اسلام اور دہشت گردی

ڈاکٹر خالد علوی

دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اسلام اور دہشت گردی

ڈاکٹر خالد علویؒ

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

نام کتاب	:	اسلام اور دہشت گردی
مصنف	:	ڈاکٹر خالد علویؒ
نگران طباعت	:	حیران خٹک
سرورق	:	محمد طارق اعظم
کمپوزنگ	:	محمد ظفر
حروف خوانی	:	محمد اشتیاق خاکی
طابع	:	ادارہ تحقیقات اسلامی پریس' اسلام آباد
سال اشاعت	:	۲۰۱۱ء
تعداد اشاعت	:	۲۰۰۰
قیمت	:	۴۴/- روپے

ISBN.978-969-556-236-9

ناشر

دعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ جل مجدہ' اور پیغمبر اعظم و آخر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پاکیزہ مثالی معاشرہ قائم کرنے کے لیے اس کے جملہ خدوخال کو بیان فرمایا۔ اُن خوبیوں کو بیان فرمایا جو کسی بھی کامیاب معاشرے کا حسن ہوتی ہیں اور اُن مفاسد اور گمراہیوں کو بھی کھول کھول کر بیان فرمایا جو معاشرتی حسن کو دیمک کی طرح چاٹ لیتی ہیں اور پورا معاشرہ شکست وریخت کا شکار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید نے اوامر و نواہی کے ساتھ ساتھ جو ماضی کی اقوام و ملل کے قصص بیان فرمائے ہیں اُن کا مقصد محض واقعات بیان کرنا نہیں بلکہ قرآن اُمت مسلمہ کو عروج وزوال کے یہ قصے اس لیے سناتا ہے کہ یہ وہ اقدارِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ ہیں جنہیں اپنا کر مختلف اقوام کی تقدیر کا ستارہ کمال بلندی پر چمکا اور یہ وہ مفاسد اور خرافات ہیں جنہوں نے اقوام کو قعرِ مذلّت میں گرا دیا۔ اور یہ سنت الٰہیہ ہے کہ انہی بنیادوں پر اللہ جل مجدہ' نوازتا ہے اور غضب ناک بھی ہوتا ہے۔

قرآن کے مخاطبین اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نام لیواؤں میں سے ایک معتدبہ طبقہ آج اغیار کی تقلید میں جہاں اپنی اقدار اور شناخت سے محروم ہو چکا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ اُن ابدی محاسن سے بھی تہی دست ہو چکا ہے جو کبھی مسلم معاشرے کا طرۂ امتیاز تھے۔

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد اقدارِ اسلامیہ کو پروان چڑھانے اور اخلاقی برائیوں کے تدارک کے لیے جہاں ٹریننگ پروگرام کا اہتمام کرتی ہے

وہاں مختلف طبقات کے لیے آسان، عام پیرایۂ بیان میں قرآن و سنت کی روشنی میں ضخیم کتب کے ساتھ ساتھ کتابچہ جات کی طباعت کا بھی اہتمام کرتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب "اسلام اور دہشت گردی" دنیائے علم و ادب کی معروف شخصیت، میرے مشفق و محترم دوست ڈاکٹر خالد علوی علیہ الرحمہ کی کاوشِ فکر ہے۔ یقیناً قارئین کے لیے مفید ہو گی۔

پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن
ڈائریکٹر جنرل
دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اسلام اور دہشت گردی

اسلام دین امن

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے فساد اور دہشت گردی کو مٹانے آیا ہے۔ دنیا میں اس وقت جو فساد بپا ہے اس کا علاج اسلام کے سوا کسی اور نظریے میں نہیں۔ بد قسمتی سے فسادیوں اور دہشت گردوں نے اسلام کو نشانہ بنایا ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے اس مہم کا جواب ضروری ہے۔ یہ جواب فکری بھی ہونا چاہیے اور عملی بھی۔ ذیل کی سطور میں ہم بدلائل یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ اسلام امن ہے اور کفر فساد و دہشت گردی ہے۔

اگر تحقیق کریں تو معلوم ہو گا کہ اسلام عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ س ل م ہے۔ اس کے معنی اطاعت اور سپردگی ہے۔ تاہم اس کے معنی امن و سلامتی کے بھی ہیں۔(۱) لہٰذا مسلمان جہاں اطاعت الٰہی کا نمونہ ہے وہاں امن و سلامتی کا پیکر بھی ہے۔ حضور اکرمؐ سے مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں جو کچھ منقول ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے اس مادہ سے سَلْم اور سلام کے الفاظ امن، صلح، آشتی کے معنوں میں استعمال کیے ہیں مثلاً فرمایا:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۲)

”اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسا کرو کچھ شک نہیں کہ وہ سنتا اور جانتا ہے“۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ

وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (۳)

"تم ہمت نہ ہارو اور صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم تو غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا"۔

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا (۴)

"پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان پر کوئی سبیل مقرر نہیں کی"۔

فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا (۵)

"ایسے لوگ اگر تم سے لڑنے سے کنارہ کشی نہ کریں اور نہ تمہاری طرف پیغام صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو ان کو پکڑ لو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ ان لوگوں کے مقابلے میں ہم نے تمہارے لیے سند صریح مقرر کر دی ہے"۔

قرآن نے آخرت کے گھر کو دارالسلام کہا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (٦)

"ان کے لیے ان کے اعمال کے صلے میں پروردگار کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کا دوستدار ہے"۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۷)

"اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا

راستہ دکھاتا ہے"۔

اللہ پاک نے بیت اللہ کو امن کا گہوارہ بنایا۔ فرمایا:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ (٨)

"جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا"۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ (٩)

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ ان کے گرد و نواح سے اچک لیے جاتے ہیں کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں"۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (١٠)

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بد کردار ہیں"۔

ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ سلامتی و امن اسلام کا بنیادی نظریہ و عمل ہے۔ اسلام اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور دنیا میں امن و سلامتی کا پیغام ہے۔ اسلام کے مقابلے میں کفر کو دیکھیں تو وہ اللہ کی معصیت اور دنیا میں فساد کی جڑ ہے۔ فرعون کے بارے

میں قرآن نے کہا:

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا (١١)

"سو فرعون نے ہمارے پیغمبر کا کہانہ مانا تو ہم نے اس کو بڑے وبال میں پکڑ لیا"۔

بنی اسرائیل کے برے رویوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (١٢)

"کہنے لگے ہم نے سن تو لیا لیکن مانتے نہیں اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا ان کے دلوں میں رچ گیا تھا آپ کہہ دیں کہ اگر تم مومن ہو تو تمہارا ایمان تم کو بری بات بتاتا ہے"۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (١٣)

"جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا"

کفر فساد ہے۔ قرآن نے کہا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (١٤)

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں"۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (١٥)

"کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تم کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ

سخت جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو برباد اور نسل کو نابود کرے اور اللہ تعالیٰ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا"۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ (١٦)

"اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں فساد کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔ اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگی کا موجب ہوا"۔

فساد امن کو تباہ کرتا ہے۔ انسانی زندگی سے کھیلتا ہے۔ قرآن نے اس کی سزا تجویز کی ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (١٧)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

قرآن جس کو فساد کہہ رہا ہے اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ اور روئے زمین کے امن کو تباہ کرنے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول

دنیا میں امن چاہتے ہیں۔ کفر و انکار خدا، فساد چاہتا ہے۔ اس دنیا میں فساد اسلام کی وجہ سے نہیں کفر کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کفر اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بھی جنگ ہے اور روئے زمین کے امن کے خلاف بھی۔ قرآن میں دسیوں جگہ فساد کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ انسانی امن و سکون کے لیے مہلک ہے اور اس میں مبتلا ہونے سے روکا گیا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک فساد کا لفظ جس وقت مطلق استعمال ہوتا ہے تو اس وقت تمام برائیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

فاذا اطلق الصلاح یتناول جمیع الخیر و کذلک الفساد یتناول جمیع الشر۔۔۔۔۔۔ و کذلک اسم المصلح والمفسد(۱۸)

صلاح کا لفظ جب مطلقاً استعمال ہوتا ہے تو تمام خیر کو شامل ہوتا ہے اور فساد کا لفظ تمام برائیوں کو۔ اسی طرح مصلح اور مفسد میں بھی تمام معانی پائے جاتے ہیں۔

علامہ شوکانیؒ فساد کی انواع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و منه قتل الناس و تخریب منازلهم و قطع اشجارهم و تعزیر انهارهم و من الفساد الکفر بالله والوقوع فی معاصیه۔(۱۹)

فساد ہی کی قسم سے لوگوں کا قتل کرنا ان کے گھروں کا مسمار کرنا دریاؤں کا خشک کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا انکار اور اس کی نافرمانی بھی فساد میں داخل ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے اس کی ایک شہادت تو ابھی آپ نے قرآن کی آیات میں ملاحظہ فرمائی۔ اب آپ حضور اکرمؐ کی سیرت و ارشادات کو بھی معلوم کریں کیونکہ اسلام نام ہے اللہ کی کتاب اور محمد کریم علیہ السلام کی سیرت کا۔

مکہ مکرمہ میں آپ تیرہ برس تک اپنے حسن بیان اور حسن عمل سے مشرکین مکہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ (۲۰)

"اے پیغمبرؐ لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور اچھے طریقے پر بلاؤ اور نصیحت کرو اور ان سے بحث و نزاع کرو تو ایسے طریقہ پر جو حسن وخوبی کا طریقہ ہو"۔

اس دوران تشدد آمیز کارروائیاں مشرکین کی طرف سے ہوئیں۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے ان مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کا صبر و تحمل سے مقابلہ کیا۔ ایک مرحلہ پر آپ نے کہا: لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (۲۱) تمہارا دین تمہارے ساتھ اور میرے لیے میرا دین۔ مکہ مکرمہ میں دین حق کے لیے کاوشیں اور مشرکین کے متشددانہ رویہ پر استقامت کو قرآن نے جہاد سے تعبیر کیا ہے۔ یہ پر امن جدوجہد تھی جسے جہاد کہا گیا۔ سورۃ العنکبوت میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (۲۲)

"جن لوگوں نے ہماری راہ میں جدوجہد کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور یہاں جَاهَدُوْا کا معنی سخت محنت و کوشش ہے۔ یہاں جہاد میدان جنگ میں لڑائی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ جہد کے معنی انتہائی درجے کی کوشش کرنے کے ہیں چنانچہ سورۃ حج کی مندرجہ ذیل آیت میں بھی یہی معنی مراد لیے گئے ہیں:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ (۲۳)

"اللہ کی راہ میں پوری کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے"۔

اس سورت کا بڑا حصہ بھی مکی ہے اور یہ آیت خاص طور پر مکی ہے۔ سورۃ الفرقان میں بھی جہاد کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور یہاں بھی اس سے مراد جدوجہد اور کاوش ہے۔ فرمایا:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (۲۴)

"آپ کافروں کا کہا نہ مانیں اور ان کے خلاف بڑے شدومد سے
جدوجہد جاری رکھیں"۔

مکہ کے تیرہ برس پرامن جدوجہد کا دور ہے۔ تکالیف، اذیتیں، تحقیر و تذلیل حتیٰ کہ بعض ساتھیوں کا قتل بھی اس پرامن جدوجہد کو تصادم کی راہ پر نہ چلا سکا۔ تا آنکہ آپ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ سے ہجرت کر گئے۔ ہجرت کے بعد بھی کفار نے تشدد آمیز رویوں کو ترک نہ کیا اور مسلمانوں پر مسلسل دباؤ جاری رکھا۔ اس تشدد کے جواب میں مسلمانوں کو مناسب جواب دینے اور میدان جنگ میں مقابلے کی اجازت دی گئی لیکن اس میں بھی اعتدال و توازن کو برقرار رکھنے پر زور دیا گیا۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (۲۵)

"جو تم سے لڑائی کر رہے ہیں تمہیں اللہ کی راہ میں ان سے لڑنا چاہیے
مگر زیادتی نہ کرنا۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

سورۃ الحج کی آیت ۳۹ بھی قتال کی اجازت پر مبنی ہے اس میں واضح طور پر یہ دکھائی دیتا ہے کہ کفار کی جنگی سرگرمیوں کے مقابلے میں یہ اجازت دی گئی۔ آیت کے الفاظ ہیں:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ
وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ
يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (۲۶)

"جن مسلمانوں سے لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے کہ وہ بھی
لڑیں کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے، اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے، یہ وہ
لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے ہاں یہ کہتے ہیں کہ

ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو صومعے' گرجے' عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بہت ساذکر کیا جارہا ہے گرائی جاچکی ہوتیں۔ جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے بے شک اللہ توانا اور غالب ہے"۔

اس مسلح تصادم میں بھی صلح اور امن وآشتی کو پیش نظر رکھا۔ اگر دشمن صلح کی راہ اختیار کرے تو مسلمانوں کو بھی اسے اختیار کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۲۷)

"اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسا کرو، کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا جانتا ہے"۔

جو غیر مسلم مسلمانوں کے خلاف جارحانہ رویہ نہیں رکھتے ان سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۲۸)

"جن لوگوں نے تم سے دین کے لیے جنگ نہیں کی اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا' اللہ اس سے نہیں روکتا کہ تم ان کے ساتھ احسان اور بھلائی کرو اور انصاف کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ اللہ عدل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے"۔

حضور اکرمؐ کی جنگی سرگرمیوں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جنگیں کفار کے جارحانہ رویوں کا جواب تھا۔ مشرکین مکہ کی جارحیت تو واضح ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف حضور اکرمؐ کے اقدامات بھی ان کی جارحانہ کارروائیوں اور سازشوں کی وجہ سے

تھے۔ شام کی سرحد پر واقع علاقوں میں عیسائیوں کے جارحانہ رویوں کے جواب میں ہی ۸ ہجری میں ایک فوج بھیجی گئی۔ حضور اکرمؐ نے حارث بن عمیرؓ کو دعوت اسلام کا خط دے کر شرحبیل بن عمر غسانی کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے حارث بن عمیرؓ کو قتل کرادیا۔ اس ظالمانہ قتل نے آپ کو جنگ پر مجبور کر دیا۔ اس طرح آپ نے ایک فوج موتہ بھیجی۔ اس واقعہ کو ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ شام میں فوجیں جمع ہونے لگیں اور مدینہ پر حملے کی خبریں پھیلنے لگیں۔ حضور اکرمؐ خود دفاع کے لیے نکلے۔ یہی اقدام ہے جس کا ذکر سورۃ توبہ میں ہے۔ اور یہی غزوہ تبوک کے نام سے مشہور ہے۔

حضور اکرمؐ کی سیرت قیام امن کی ضامن ہے۔ آپ نے فتنہ وفساد کو ختم کر کے امن کا شاندار اسوہ چھوڑا ہے۔ آپ نے امن کا جو نظام متعارف کرایا تھا اس کے بارے میں فرمایا:

ان اللہ ناصر کم و معطیکم حتی تسیرا لظعینۃ فیما بین یثرب والحیرۃ او اکثر. ما یخاف علی مطیتھا السرق۔(۲۹)

اللہ تعالیٰ تمہاری ایسی مدد کرنے والا اور عطا کرنے والا ہے' کہ ایک ہودج نشین عورت مدینہ اور حیرہ کے درمیان یا اس سے بھی دور سے تنہا طویل سفر کرے گی اور اسے چوروں اور ڈاکوؤں کا کوئی خطرہ نہ ہو گا۔

آپ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

فان دماء کم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلد کم ھذا و فی شھر کم ھذا۔ فاعادھا مراراً۔(۳۰)

بلاشبہ تمہارے خون' تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تمہارے آپس میں اسی طرح قابل احترام ہیں' جیسے تمہارے یہ دن تمہارے اس شہر میں اس مہینے کے اندر۔ پھر آپ نے اسے بار بار دہرایا۔

مسلم اور مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچتا اور وہ امن کا ضامن ہوتا ہے۔ امام ترمذیؒ نے حضور اکرمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

عن ابی هريرة ﷺ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ والمُومن مَنْ اَمَنَهٗ النَّاسُ عَلٰى دِمَاءِهم و اَمْوالِهم۔(۳۱)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں مالوں کو مامون جانیں۔

ابن ماجہ نے فضالہ بن عبیدؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المومن مَنْ اَمِنَه النَّاسُ عَلٰى اَمْوالِهم و اَنْفُسِهم وَ الْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَر الخَطَايَا والذُّنُوب۔(۳۲)

مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے اموال اور اپنی جانوں کو مامون سمجھیں اور مھاجر وہ ہے جس نے خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دیا۔

بخاریؒ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

اَلْمُسْلِم مَنْ سَلِم الْمُسْلِمُوْن مِنْ لِسَانه وَيَدِهٖ، والمُهَاجِر مَنْ هَجَر مَا نَهَى الله عَنْه۔(۳۳)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں اور مھاجر وہ ہے جس نے اس چیز کو ترک کر دیا جس سے اللہ نے منع کیا۔

آنجنابؐ کے جانشینوں نے امن و سلامتی کے اس مشن کو جاری رکھا اور دنیا کو انوکھی مثالیں پیش کیں۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے خلافت سنبھالنے کے بعد جو خطبہ دیا وہ اس مشن کے فروغ کی تابندہ مثال ہے۔ آپ نے کہا!

اَيُّها النَّاسُ قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَ لَسْتُ بِخَيْرِكُم اَنَا مُتَّبِعٌ وَ

لَسْتُ بِمُبْتَدِعٍ فَاِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِيْنُوْنِي وَ اِنْ زُغْتُ فَقَوِّمُوْنِي۔۔۔۔۔۔واِنَّ اقواکُم عَندِی الضَّعِیفُ حَتّٰی آخُذَلَه بِحَقِّهٖ و اِنَّ اَضْعَفُکَم عِنْدِی القَوِیُّ حَتّٰی آخُذ مِنْهُ الحَقَّ انشاء اللہ(۳۴)

لوگو! مجھے تمہارے معاملات کا نگران بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ میں پیروی کرنے والا ہوں جدت طراز نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک طرح معاملات انجام دوں تو میری مدد کرو اور اگر میں بے راہ روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کرو۔۔۔۔۔۔ تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اس سے حق وصول نہ کر لوں اور جو تم میں سب سے کمزور ہے وہ میرے یہاں قوی ہے جب تک میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں۔

سیدنا عمرؓ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جن اہم باتوں کی وصیت فرمائی ان میں ایک یہ بھی تھی۔

وَ اُوصِیه بِذِمّة الله وَ ذِمَّةِ رَسُوْلِه اَن یُوفی لَهم بِعَهْدِهم وَ اَن یُقَاتَل من وَرَائهم وَ اَن لاَ یُکَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِم(۳۵)

اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو میں ان غیر مسلموں کے حق میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ جو معاہدہ ہے پورا کیا جائے اور ان کی جان و مال کی حفاظت کے لیے جنگ کی ضرورت پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔

خلافت راشدہ جو حضور اکرمؐ کی صحیح جانشین تھی ایسا پر امن ماحول تخلیق کرنے میں کامیاب ہوئی کہ اسے عالمی تاریخ میں مثالی حیثیت دی گئی۔ مشہور مغربی مورخ ڈاکٹر گستاولی بان نے خلافت راشدہ کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ تاریخ کی شہادت ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"خلفاء راشدینؓ جس ملکی خوش تدبیری کو کام میں لائے وہ مافوق ان کی سپہ گری اور اس فن حرب کے تھی جسے انہوں نے آسانی سے سیکھ لیا تھا۔ شروع ہی سے انہیں ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتوں نے نہایت بے رحمی سے ظلم کر رکھا تھا اور اس مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان نئے ملک گیروں کو قبول کر لیا جن کی حکومت میں انہیں بہت زیادہ آسائش تھی۔ مفتوح اقوام کا طریقہ عمل کیا ہونا چاہیے' نہایت اور صریح طور پر مقرر کر دیا گیا اور خلفاء اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین حق کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی بلکہ بعوض اس کے کہ وہ بجبر اپنے دین کی اشاعت کرتے' وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب ورسوم اور اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کی جائے گی اور اس آزادی کے معاوضے میں وہ ان سے ایک بہت خفیف سا خراج لیتے تھے جو ان مطلوبات کے مقابل میں جو ان اقوام کے پرانے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھے' نہایت ہی کم تھا"۔(۳۶)

یہی مصنف سیدنا عمرؓ کے سلوک کا تذکرہ کرتا ہے جو انہوں نے اہل بیت المقدس سے کیا:

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمرؓ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے کہ ملک گیران اسلام' اقوام مفتوحہ کے ساتھ کیا نرم سلوک کرتے تھے' اور یہ سلوک ان مدارات کے مقابل میں جو صلیبیوں نے اس شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کی' نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے منادی کرادی کہ میں ذمہ دار ہوں کہ باشندگان شہر کے مال اور ان کی عبادت گاہوں کی حرمت کی جائیگی اور مسلمان عیسائی گرجوں میں نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہونگے"۔(۳۷)

وہ مزید لکھتا ہے:

"جو سلوک عمرو بن العاصؓ نے مصریوں کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا۔ انھوں نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ پوری مذہب کی آزادی' پورا انصاف' بلارورعایت اور جائیداد کی ملکیت کے پورے حقوق

دیئے جائیں گے۔ اور ان ظالمانہ اور غیر محدود مطالبوں کے عوض میں
جو شہنشاہ یونان ان سے وصول کرتے تھے' صرف ایک معمولی سالانہ
جزیہ لیا جائے گا جس کی مقدار فی کس دس روپے تھی"۔(۳۸)

خلفاء اسلام اپنے معاہدوں پر کس قدر مضبوطی سے قائم تھے اور عام لوگوں سے کتنا عادلانہ رویہ اختیار کیا اس کا اندازہ اسی مصنف کے الفاظ سے کریں وہ لکھتا ہے:

"عمال اسلام اپنے عہد پر اس درجہ مستحکم رہے اور انہوں نے اس
رعایا کے ساتھ جو ہر روز شہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملوں کے ہاتھوں سے
انواع و اقسام کے مظالم سہا کرتی تھی' اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ
سارے ملک نے بکشادہ پیشانی دین اسلام اور عربی زبان کو قبول کر
لیا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزور شمشیر نہیں
حاصل ہو سکتا"۔

اسلام دین امن و سلامتی ہے لیکن اسے دفاع کا حق اللہ پاک نے دیا ہے۔ اگر کفر اسلام کو مٹانے پر تل جائے تو مسلمانوں کو اجازت ہے کہ پوری قوت کے ساتھ دفاع کریں۔ اس دفاع میں وہ حق پر ہیں تو اللہ کی نصرت ان کے ساتھ شامل ہو گی۔

عصر حاضر کا شر

اس وقت مسلمان پوری دنیا میں مظلوم ہیں۔ مختلف کافر قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ ان کی بستیوں کو تباہ کیا جا رہا ہے' ان کے وسائل کو لوٹا جا رہا ہے ان کے بچوں اور عورتوں کو مارا جا رہا ہے ان کے جوانوں اور ان کے بوڑھوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور الٹا عالمی سطح پر ان کے خلاف دہشت گردی اور تشدد کا الزام لگایا جا رہا ہے تاکہ مسلمان دفاع نہ کر سکیں اور کافروں کے مظالم کا شکار رہیں۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کے اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ کافروں کی سازشوں کو بے نقاب کریں اور اسلام کے پیغام امن کو عام کریں۔ حقیقت یہ

ہے کہ کفر فساد ہے اور کافر قوموں نے ہمیشہ فساد بپا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ قرآن نے یہود و نصاریٰ کی سرگرمیوں کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (۶۴)

اور ہم نے ان میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں۔ اور یہ ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے۔

اس وقت اہل کتاب ہی کا اٹھایا ہوا شر ہے جس کی زد میں پوری امت مسلمہ ہے۔ سب سے بڑا شر دہشت گردی کا الزام ہے اور اس الزام کے نتیجے میں امت مسلمہ کے صالح اور صاحب تقویٰ افراد کو نشانہ بنا کر قتل کیا جا رہا ہے۔ اہل کتاب کے ارباب سیاست نے چونکہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر بے دینی اختیار کی ہے لہذا انہیں مذہب پر عمل کرنے والا مسلمان قابل قبول نہیں۔ جس طرح انہوں نے اپنے مذہب کو ایک کونے میں لگایا ہے اسی طرح وہ اسلام کو بھی بے وقعت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے پہلے انتہا پسندی کی اصطلاح وضع کی اور اسے مسلمانوں پر چسپاں کیا اور اب اس کے ساتھ دہشت گردی کا الزام بھی چسپاں کر دیا۔ کیا مسلمان واقعی انتہا پسند اور دہشت گرد ہیں؟ آیئے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

انتہا پسندی

انتہا پسندی انگریزی کی اصطلاح Extremism کا ترجمہ ہے جو ہمارے ہاں پہلے پہل اخبارات میں استعمال ہوئی اور پھر دیکھتے دیکھتے مختلف مذہبی گروہوں پر چسپاں ہونے لگی۔ انگریزی زبان کا یہ لفظ Extreme سے نکلا ہے جس کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔

انتہائی دور دراز 'مرکز سے بعید ترین' سخت' شدید' انتہا پسند' آخری سرے کا' انتہا' حد' سرا وغیرہ۔(۴۰)

اور Extremism کے معنی انتہا پسندی' افراط دوستی' غلو وغیرہ۔

Webster کی یونیورسٹی ڈکشنری میں Extreme کے تحت لکھا گیا:

Outer most or farthest from a centre (extreme edge of the forest); Final; last; Being in the highest degree (extreme happiness-extreme poverty.); Entending beyond norm (an extreme libral); The greatest or utmost degree or point; An extreme condition; A drastic or immoderate expendient. (۴۱)

اس کا مطلب ایسا رویہ ہے جو معمول کے مطابق نہیں ہے۔ کسی معاشرے کے فکری و عملی پیمانوں سے باہر اور تہذیبی حدود سے خارج ایسا رویہ جس میں دلیل اور افہام و تفہیم کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام انتہا پسندی نہیں بلکہ معمول کا ایک نظریہ حیات ہے جو تعمیر شخصیت اور استحکام اجتماعیت میں خاص کردار ادا کرتا ہے۔

اسلام اعتدال کا نام ہے

اسلام سے پہلے زندگی کے بارے میں مختلف گروہوں کا رویہ افراط و تفریط پر مبنی تھا۔ ایک گروہ نے مادی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا تھا لہٰذا اس کی تمام سرگرمیاں اسی کے گرد گھومتی تھیں۔ ایک دوسرے گروہ نے مادی زندگی کو آلائش سمجھ کر رد کر دیا تھا۔ ان کے نزدیک سچی مذہبیت ترک دنیا سے ہی حاصل ہوتی تھی۔ اسلام نے ان دونوں رویوں کے درمیان اعتدال کی راہ اپنائی۔ یہ اعتدال دنیا کی روحانی تعبیر ہے۔ یعنی ایک انسان کاروبار دنیا کو اللہ کے احکام و قوانین کے مطابق چلائے تو دنیا کی لذتیں حاصل کرتا ہے۔ اور مذہبی تجربے کی لطافتوں سے بھی بہرہ مند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو امت وسط قرار دیا ہے جس کے کئی مفاہیم میں سے ایک یہ بھی ہے۔ قرآن نے کہا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

اور اسی طرح ہم نے تمھیں ایک معتدل امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں
پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہی دیں گے۔

قرآن نے انتہا پسندی کے لیے جو اصطلاح استعمال کی ہے وہ غلو ہے جس کے معنی ہیں بڑھنا' زیادہ ہونا اور متجاوز ہونا۔ یہ لفظ اگر دین کے تعلق سے آئے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ دین میں جس چیز کا جو درجہ و مرتبہ یا وزن و مقام ہے اس کو بڑھا کر کچھ نے کچھ کر دیا جائے۔(۴۲)

کسی کام کو قواعد و ضوابط کے مطابق انجام دینا اعتدال کہلاتا ہے اور ان قواعد و ضوابط میں کمی بیشی کرنا افراط و تفریط قرار دیا جاتا ہے۔ اہل کتاب اپنے عقائد اور رویوں میں اعتدال کی راہ سے ہٹے ہوئے تھے اس لیے قرآن نے ان کے رویے کو انتہا پسندی سے تعبیر کیا۔ قرآن نے اہل کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ(۴۳)

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا
کوئی بات منسوب نہ کرو۔

دین میں مشکل پسندی بھی ایک طرح کی انتہا پسندی ہے مذہبی لوگوں کے ہاں یہ مشکل پسندی ہمیشہ مرغوب رہی ہے۔ مختلف مذہبی گروہوں نے ایسی مشقیں اور ایسی مشقتیں اختیار کی ہیں کہ انسانی طبیعت اس طرح کا بوجھ نہیں برداشت کر سکتی۔ حضور اکرمؐ کی ذات ان مشقتوں اور مشکلوں سے نجات دلانے کے لیے آئی۔ اہل کتاب ہی کے حوالے سے قرآن نے آپ کے احسانات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ(۴۴)

ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان
پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لائے ہوئے تھے اور وہ بندشیں

کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

اہل کتاب کے ہاں چونکہ مذہبیت مشکل پسندی تھی اس لیے ان کے سیکولر اور روشن خیال طبقے نے مذہب کا قلادہ ہی اتار دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہی اہل کتاب اب اس اعتدال پسند امت کو انتہا پسند کہتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان کبھی انتہا پسند نہیں ہو سکتا۔ ہمارے انتہا پسندانہ رجحانات اگر کہیں پائے گئے تو وہ منحرف گروہوں میں پائے گئے جنہیں امت کے اجتماعی ضمیر نے ہمیشہ رد کیا ہے۔ اسلام ایک کھلا' اصولی اور عقلی دین ہے جس میں موافقت و مخالفت' محبت و نفرت اور یگانگت و علیحدگی کے ضوابط موجود ہیں۔ یہ کوئی زیر زمین تحریک نہیں ہے کہ ساز شیں کرے یا خفیہ منصوبہ بندی کرے۔ اس کا نصب العین واضح اور مقاصد متعین ہیں۔ اہل کتاب نے ہمیشہ خفیہ منصوبہ بندیاں کی ہیں، ساز شیں کی ہیں' بدعہدیاں کی ہیں اور انتہاء پسندانہ کارروائیاں کی ہیں۔ مسلمان اپنے مزاج کے اعتبار سے اس قابل ہی نہیں کہ وہ اس طرح کی سرگرمیاں کر سکے۔ اسلام اور کفر کا بنیادی فرق اعتدال اور انتہا پسندی کا ہے۔ انقلاب زمانہ ہے کہ بولہبی ظلمت چراغ مصطفوی پر خندہ زن ہے۔ اسلام نے اختلاف کے لیے بھی اصول دیئے اور رویے طے کیے۔ فرمایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (۴۵)

یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

حالت جنگ کے سلسلے میں بھی اصول دیئے اور اس میں بھی حد سے بڑھنے کی اجازت نہ دی۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (۴۶)

تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ حالات کی ستم ظریفی ہے کہ مسلمانوں کی جس بات کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جانا چاہیے تھا وہی قابل مذمت ہو گئی ہے۔ کوئی قوم اگر اپنے دین پر عمل کرتی ہے۔ اخلاقی زندگی گذارتی اور معاشرے میں عدل و احسان کے استحکام کی کوشش کرتی ہے تو اس میں انسانیت کی مجموعی فلاح ہے۔ اس سے فساد مٹتا ہے اور حیات انسانی نشو و نما پاتی ہے۔ لیکن مغرب کے حکمران چونکہ سیکولر ہیں اور جدید اقدار کو نئے مذہب کی حیثیت دے چکے ہیں لہٰذا مسلمانوں کا دینی عمل اور ان کی اخلاقی قدریں انہیں حیا سوز اور بے اخلاق تہذیب سے متصادم نظر آتی ہیں۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی کے خلاف حسد و کینہ ہے جس نے انہیں مسلمانوں پر الزام تراشی کے لیے مجبور کیا ہے۔ اگر انتہا پسندی اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھنے کا نام ہے تو مغرب سب سے بڑا انتہا پسند ہے کہ وہ اسلحہ کے زور پر اپنے نقطہ نظر کو نافذ کرنا چاہتا ہے اور دنیا کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کے کلچر کو اور اس کی قدروں کو اپنائے۔ چونکہ مسلمانوں کا اپنا نظام اقدار ہے اور وہ اس پر مطمئن ہیں تو انہیں بزور اس نظام کو ترک کرنے پر کیوں مجبور کیا جا رہا ہے؟ مسلمان مغرب سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے معاملات میں مداخلت نہ کرے اگر مسلمان اپنے دین کے مطابق زندگی گذارنا چاہتے ہیں تو مغرب کو اس سے کیا تکلیف ہے؟ مشکل یہ ہے کہ مغرب پوری دنیا کو اپنا کلچر دینے پر اصرار کر رہا ہے اور جو شخص، گروہ یا ملک ایسا کرنے میں پس و پیش کرتا ہے تو اس پر انتہا پسندی کا لیبل لگا کر اس کے خلاف طاقت کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہی وہ فساد ہے جسے قرآن نے خشکی اور تری کا فساد قرار دیا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۴۷)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔ عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔

یہاں ایک اور تاریخی حقیقت کا بیان بھی مناسب ہو گا۔ قرآن مجید نے انبیاء کی

جدوجہد کے سلسلے میں جو تاریخ دعوت بیان کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ کفر کی قیادتیں ہمیشہ متشدد (Militant) رہی ہیں۔ کافرانہ و مشرکانہ معاشرے کا عام آدمی اسلام کے پیغام کو سمجھنا چاہتا ہے لیکن متشدد قیادتیں اپنے سیاسی و قانونی دباؤ سے انہیں آزادی سے سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیتیں۔ متشدد کفر (Militant Kufr) ہمیشہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہیں ہمیشہ الملاء (لیڈر شپ) کافرانہ قیادت سے مزاحمت کا سابقہ پڑا۔ متشددانہ کافرانہ قیادت (Militant Kafir Leadersip) نے اسلام، اسلامی قیادت اور اسلامی کارکنوں کو بدنام کرنے اور ان کی تحقیر کرنے میں جو حربے آزمائے اور جو زبان و اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں جو انبیاء کے زمانے میں استعمال ہوتی تھیں۔ عام کافر و مشرک کو شاید اسلام سے اتنی مخاصمت نہیں جتنی ان کی قیادتوں اور پالیسی سازوں کو ہے۔ اصل مسئلہ متشدد کفر (Militant Kufer) کے ہے انبیاؑ کی دعوت میں کفر کے اس متشدد عنصر ہی کی اصلاح یا شکست کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ متشدد قیادتیں بالآخر اپنی قوموں کو لے ڈوبیں اور اللہ کے عذاب کا شکار ہوئیں۔ آج بھی مسئلہ متشدد کفر (Militant Kufer) کا ہے کیونکہ اس کے سیاسی اور معاشی مفادات کا تقاضا ہے کہ مسلمان مغلوب رہیں۔ کفر کے خلاف مسلمانوں کی مزاحمت ہی ان کے لیے مشکلات کا باعث ہے۔

دہشت گردی

مسلمانوں پر جس طرح عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے اس کے نتیجے میں ناامیدی اور مایوسی کی ایک کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے بعض نوجوانوں نے کفر کے اجتماعی تشدد کے جواب میں محدود اور انفرادی تشدد کی کارروائیاں شروع کی ہیں اس پر سارا مغرب چیخ اٹھا ہے اور اس انفرادی جوابی تشدد کو دہشت گردی کا نام دے کر مزید اجتماعی اور منظم دہشت گردی پر اتر آیا ہے۔ چونکہ اس کے پاس اسلحہ اور میڈیا کی طاقت ہے اس لیے مسلمانوں کو تو مسلمہ دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے اور ان کا خون مباح سمجھا جارہا ہے لیکن

مغرب و مشرق کی طاقتور قومیں جو تخریب کاری کر رہی ہیں اسے دہشت گردی کا نام نہیں دیا جاتا۔ دہشت گردی کے واقعات کو ایک طرف رکھتے ہوئے پہلے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ دہشت گردی کیا ہے؟ اسے کیسے بیان کیا جاسکتا ہے؟ دہشت گردی کا لفظ انگریزی لفظ Terrorism کا ترجمہ ہے۔ انگریزی لغت کی کتابوں میں Terror کے بارے میں جو وضاحت ملتی ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

Intense fear, a person or thing causing intense fear, the quality of causing suchfear, terribleness (۴۸)

اس ڈکشنری میں Terrorism کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

The act of terrorising, use of force to demoralize, intimidate, and subdugate especially such use as a political weapon or policy, the demoralization and intimidation produced in this way (۴۹)

دہشت گردی کی اصطلاح ہمارے عہد میں اتنی کثرت سے استعمال ہوئی ہے اور اتنے متنوع مفاہیم میں استعمال ہو رہی ہے کہ اس کی کوئی مستند تعریف نہیں کی جاسکتی تاہم جن مفاہیم میں کثرت سے استعمال کی جا رہی ہے ان میں سے چند ایک کی طرف ہم اشارہ کریں گے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے طاقت کا استعمال دہشت گردی ہے' اسی طرح ریاست کا محض شبہ کی بنا پر کسی غیر جانبدارانہ عدالتی طریقہ کے بغیر اور جرم ثابت کیے بغیر سزا دینا بھی دہشت گردی قرار پائے گی۔ مغرب چونکہ دہشت گردی میں ملوث رہا ہے اور اس وقت اسے بعض مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کر رہا ہے اس لیے ان کے ہاں اس کی وضاحت پائی جاتی ہے مثلاً آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

Terroism is a deliberate. Unjustifiable and random use of violence for political ends against protected persons (۵۰)

بدنام زمانہ ہڈنگٹن نے بھی اپنی کتاب میں دہشت گردی پر بات کی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"یہ محرومی اور بے بسی کے جواب میں سیاسی مقاصد کے لیے قوت کا ایسا استعمال ہے جس کا ہدف کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنا نہ ہو بلکہ مقابل قوت کو متوجہ اور خائف کرنے کے لیے کوئی ایسی چونکا دینے والی کارروائی کرنا ہے جو نقصان بھی پہنچائے اور توجہ کو اسی مقصد کی طرف مبذول کرانے کا ذریعہ بنے جس کے لیے تشدد کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اسی لیے اسے طاقتور کے مقابلے میں کمزور کا ہتھیار کہا گیا ہے"۔(۵۱)

ایک اور انسائیکلوپیڈیا کے مطابق دہشت گردی کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

> Terrorism is the use or threat of voilance to create fear and alarm. Most terroists commit crimes to support political causes
>
> Terrorism is the sustained, clandestine use of violence. including murder, kidnapping, Hijacking and bombing to achieve a political purpose. In popular usage, however, as influenced by politicians and the media, terrorism is now increasingly used as a generic term for all kinds of political violence especially as menifsted to revolutionary and guerrilla warfare, nevertheless, not all political violence short of conventional war was terrerism.(۵۲)

Oxford Concise Dicitonary of politics نے اسے زیادہ بہتر انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے:

> "حکومتوں یا اہل علم تجزیہ نگاروں کے ہاں اس کی کوئی متفق علیہ تعریف نہیں ہے۔ بالعموم جانی نقصان پہنچانے والی ان سرگرمیوں کو بیان کرنے کے لیے یہ بلا استثناء برے مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے جو خود ساختہ نیم سرکاری گروہ سیاسی مقاصد کی خاطر انجام دیتے ہیں۔ بعض اوقات دہشت گردی نیم سرکاری اداروں کے بجائے حکومتوں کے لیے بھی برے مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے۔(۵۳)

بہت سے لوگ اس کی تعریف میں انفرادی یا غیر سرکاری تنظیموں کی کارروائی کو

ہی دہشت گردی قرار دیتے ہیں لیکن ان کی یہ بات یک طرفہ ہوتی ہے کیونکہ ایسا یا تو حکومتیں کرتی ہیں یا حکومتوں کے تنخواہ دار لوگ کرتے ہیں۔ بے شمار ایسے لکھنے والے ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی حکومت یا قوت کا نقطہ نظر پیش کر رہے ہوتے ہیں یا اس کے حق میں دلائل دے رہے ہوتے ہیں۔ امریکن دانشور نوم چومسکی (Noam Chomsky) کی بات غالباً غیر جانبدارانہ ہے وہ کہتا ہے:

> دہشت گردی' تشدد یا تشدد کی دھمکی کا ناپا تلا استعمال ہے جو دباؤ ڈال کر اور جبر و خوف پیدا کر کے سیاسی' مذہبی یا نظریاتی نوعیت کے اہداف حاصل کرنے کے لیے کیا جائے"(۵۴)۔

ان تمام تعریفوں میں ہر ایک نے اپنے اپنے نقطہ نظر کو بیان کیا ہے تاہم ہر ایک میں جارحیت اور تشدد کا مفہوم پایا جاتا ہے جو سب سرگرمیوں میں قدر مشترک ہے۔ ہر ایسی جارحانہ اور پر تشدد کارروائی جس سے سیاسی و معاشی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے دہشت گردی کہلائے گی۔

دہشت گردی کے مقاصد

اگرچہ دہشت گردی کی مستند تعریف نہیں کی جا سکی۔ تاہم جو معنی بیان کیے گئے ہیں اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ دہشت گردی ایک ایسا عمل ہے جس میں منصوبہ بندی کے ساتھ تشدد اور تباہی کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ دہشت گردی ایک واقعہ بھی ہو سکتا ہے اور کئی واقعات کا تسلسل بھی۔ خوف و ہراس کی ایسی فضا پیدا کرنا جس سے مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکیں دہشت گردی کا ماحول کہلائے گا۔ اس کا بنیادی ہدف کچھ لوگ ہوتے ہیں لیکن اس کا شکار معصوم لوگ بھی ہو جاتے ہیں گو ان کو مارنا مقصود نہیں ہوتا۔ اصل مقصود ایک ایسی فضا تیار کرنا ہوتا ہے جس سے لوگوں میں اضطراب پیدا ہو اور مطلوبہ مقاصد حاصل ہو سکیں۔ مقاصد میں سیاسی' معاشی اور مذہبی پہلو شامل ہیں۔ بعض اوقات صرف

ذاتی مقاصد کے لیے دہشت گردی ہوتی ہے جیسے ذاتی دشمنی کا انتقام' ڈکیتی وغیرہ لیکن بالعموم دہشت گردی کی تہ میں گروہی مقاصد کارفرما ہوتے ہیں۔ جماعتیں' حکومتیں اور قومیں اپنے مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے دہشت گردی کی کارروائیاں کرتی ہیں۔

دہشت گردی کی اقسام

دہشت گردی کی تین بڑی اقسام قرار دی جاسکتی ہیں۔

انفرادی

گروہی

ریاستی

انفرادی دہشت گردی ذاتی انتقام یا ذہنی بیماری کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ کوئی انسان بھی اپنے حالات، ماحول یا ذہنی بیماری کے باعث تشدد کی راہ اختیار کر سکتا ہے اور ایسا بالعموم ان معاشروں میں ہوتا ہے جہاں مسابقت کے باعث بعض افراد تنہائی (isolation) یا Alianation) کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ معاشرے سے انتقام لیتے ہیں۔ یہ انفرادی عمل ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس کے بھیانک اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اجتماعی ہوتے ہیں۔

گروہی دہشت گردی

گروہی دہشت گردی میں مذہبی' نسلی اور سیاسی عوامل شامل ہوتے ہیں۔ مذہبی دہشت گردی کی وجہ مذہبی اختلافات میں شدت ہوتی ہے۔ ایک گروہ اپنے مذہبی رجحانات کی وجہ سے اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اور دوسرے کو باطل اور حق کے غلبے کے لیے طاقت کے استعمال کو جائز سمجھتا ہے۔ پاکستان میں تشدد کے واقعات مسجدوں پر منظم قبضے کی صورت

میں شروع ہوئے تھے۔ ضیاء الحق مرحوم کے مارشل لاء کے ابتدائی دور میں پنجاب کے ایڈمنسٹریٹر اور گورنر کی شہ پر ایک مذہبی گروہ مسجدوں پر منظم قبضے کی مہم میں مصروف رہا۔ اس دور میں لاہور اور دوسری جگہوں پر مسجدوں پر قبضے کیے گئے۔ اس گروہ کے لوگ اجتماعی تشدد اور دھونس سے اپنے مسلک کو غالب کرنے کی جدوجہد میں سرگرم رہتے تھے۔ ایرانی انقلاب نے شیعہ حضرات کے جارحانہ رویوں میں اضافہ کیا۔ انہیں سیاسی' سماجی' اور سرکاری اداروں میں پہلے ہی کافی رسوخ حاصل تھا۔ اس انقلاب نے ان کی اہمیت میں اور اضافہ کر دیا۔ پاکستان میں شیعہ سنی اختلاف ہمیشہ حساس مسئلہ رہا ہے۔ ملک کی سنی اکثریت منظم اقلیت سے ہمیشہ خائف رہی ہے۔ شیعہ حضرات کی جارحانہ تبلیغی سرگرمیاں ہمیشہ موضوع بحث رہی ہیں' جلسے' جلوس اور تقریبات وغیرہ دراصل تبلیغ کے ذرائع اور اپنے اثر و رسوخ کی حدود کو وسیع کرنے کی حکمت عملی ہے۔ ان تقریبات کو تبدیلی مسلک اور قوت کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اس لیے سنی اکثریت کے علاقوں میں ان جلوسوں کے گذرنے پر اختلافات اور جھگڑے رونما ہوتے رہے ہیں۔ شیعہ حضرات اس کو اپنا مذہبی حق قرار دے کر اس پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور سنی اسے اپنے علاقوں میں بہ جبر گذارنے اور منعقد کرنے کو اپنی حق تلفی قرار دیتے رہے ہیں۔ کسی مناسب افہام و تفہیم نہ ہونے کی وجہ سے تصادم کی صورت پیدا ہوتی رہی جس میں سنیوں کے بعض گروہوں کو سرکاری اداروں کی یک طرفہ شیعہ حمایت کی وجہ سے مایوسی اور بے چارگی کا احساس پیدا ہوا۔ اس احساس محرومی کو بعض علماء نے اپنی تقریروں کا موضوع بنایا اور شیعہ عقائد اور سرگرمیوں پر کڑی تنقید شروع کی۔ ان جلسوں میں آہستہ آہستہ زبان سخت ہوتی گئی اسی طرح شیعہ ذاکرین و خطباء نے اپنی تقریروں میں مسالہ اور تیز کر دیا جو بالآخر باہمی قتل و خون ریزی پر منتج ہوا۔ تشدد پسند تنظیمیں وجود میں آئیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کے واقعات رونما ہونے لگے۔ مسجدوں میں نمازی قتل ہوئے۔ امام باڑوں پر حملے ہوئے۔ موثر علماء مقررین کو نشانہ بنا کر قتل کیا گیا۔ ایک مرحلہ پر تو ایسا نظر آنے لگا تھا کہ خدانخواستہ یہ مملکت خداداد شیعہ سنی غارت گری کا میدان بن جائے گی۔

شیعہ سنی ہماری تاریخ اور ہمارے عقیدہ کی دو تعبیریں ہیں اور صدیوں سے موجود ہیں۔ دونوں طرف سے اپنے حق میں دلائل دیئے جارہے ہیں اور دیئے جاتے رہیں گے۔ کوئی ایک دوسرے کو ختم نہیں کر سکا۔ اس لیے عقلمندی کی بات یہ ہے کہ اس اختلاف کو قبول کر لیا جائے اور طاقت کے استعمال کے بجائے دلیل کی بات کی جائے۔ پاکستان میں بد قسمتی سے اقلیتی گروہ اپنی سیاسی' معاشی اور سماجی حیثیت سے اپنی عددی قوت کے اعتبار سے کہیں زیادہ موثر اور طاقتور ہے اس لیے وہ اپنے اثرات کو مجتمع کرنے اور مرتکز کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کا انداز بیان موثر اور طریق کار خفیہ طور پر منظم ہے اس لیے ثمر آور ہے۔ سنی گروہوں کا رد عمل کھلا اور شدید ہے اس لیے بے اثر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں گروہوں کی قیادت کو بقاء باہمی اور رواداری کے اصولوں پر پختہ معاہدے کا پابند کیا جائے اور بیرونی مداخلت کے دروازے بند کیے جائیں۔ ہر قسم کے جلسے جلوسوں کو اپنی اپنی آبادیوں میں محدود کر دیا جائے اور کھلے بندوں ہر جگہ جلسے جلوس کی کارروائیوں پر مستحکم پابندی لگائی جائے تاکہ اپنے علاقے اور اپنی مسجد میں اظہار خیال پر پابندی بھی نہ لگے اور کھلے بندوں جلوسوں جلسوں کے انعقاد کی وجہ سے نقص امن کی صورت حال بھی نہ پیدا ہو۔ تبلیغ مسلک کو مسجدوں اور امام باڑوں تک محدود کر دیا جائے اور تبلیغ اسلام کی جو مشترک عقائد و اقدار پر مبنی ہے' کھلی اجازت دی جائے۔ یہی اصول بریلوی' دیوبندی اور اہل حدیث گروہوں کے سلسلے میں بھی اپنایا جائے۔

گروہی دہشت گردی میں سیاسی دہشت گردی بھی ہے جس میں ایک سیاسی فکر رکھنے والی جماعت بہ جبر لوگوں کو اپنی سیاسی رائے کا پابند کرے۔ سیاسی زندگی تو ایک روادارانہ زندگی ہے جس میں اپنے موقف کا اظہار اور اس کے لیے رائے عامہ کو ہموار کرنا بنیادی استحقاق ہے۔ بعض گروہ تشدد کے ذریعہ خوف کی فضا پیدا کر کے لوگوں کو اپنا ہمنوا بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ سیاسی دہشت گردی اس بنیادی تصور ہی کے خلاف ہے جس پر کسی ملک کی سیاسی زندگی منظم ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ سیاسی نظام مستحکم نہیں ہوا اس لیے سیاسی جماعتیں بعض اوقات اپنے مقاصد کے لیے پر تشدد کارروائیاں کرتی ہیں جو نقص

امن کا سبب بنتی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ خوفناک لسانی دہشت گردی ہے۔ بعض گروہوں نے لسانیت کو ایک سیاسی مذہب کے طور پر اختیار کیا اور اس کی بنیاد پر اپنے سے مختلف لسانی گروہوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا ہے۔ پاکستان ایک ملک ہونے کے باوجود ایک علاقے کا آدمی دوسرے علاقے میں کاروبار کرنے یا آباد ہونے میں مشکلات محسوس کرتا ہے۔ سیاسی رواداری اور معاشرتی حسن عمل کا تقاضا ہے کہ اس ملک کا ہر شہری بلالحاظ مذہب زبان اور نسل ہر جگہ آزادی کے ساتھ اپنی مثبت سرگرمیاں جاری رکھ سکے۔

سندھ میں کئی برسوں سے آباد غیر سندھیوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا اور کراچی میں دہشت و تشدد کی کارروائیاں شدید خوفناکی کے باعث اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔ یہ لاقانونیت اصحاب اختیار کی نفاذ قانون کی پالیسی سے ہی ختم ہو سکتی ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کمزوری اور ملکی استحکام کے شعور کا فقدان ہی اس کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ لسانی دہشت گردی مذہبی دہشت گردی کی طرح بہت خطرناک ہے کیونکہ اس سے نہ صرف ملکی استحکام کو خطرہ ہے بلکہ اس سے ملک کا وجود بھی داؤ پر لگ گیا۔ لسانی گروہ کسی وقت پانچویں کالم کا کردار ادا کر کے کسی دشمن ملک کا آلہ کار بن سکتا ہے۔ بعض لسانی گروہوں نے کھلم کھلا ملک کے ٹوٹنے کی باتیں کی ہیں۔ پاکستان چونکہ بنگلہ دیش کی صورت میں ایک حادثے کا شکار ہو چکا ہے اس لیے اسے خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔ ایسے گروہوں کے ساتھ Appeasement کی پالیسی ہمیشہ نقصان دہ رہی ہے۔ لسانیت کو علاقائی محرومیوں کے سیاسی و سماجی نعروں سے مزین کیا جاتا ہے اور اسے دلکش بنانے کے لیے مفادات کے تحفظ کی بات کی جاتی ہے اور یوں تعصبات اور نفرتوں کی فصل تیار کی جاتی ہے۔ ملک کا سیاسی نظام اگر مستحکم ہو اور ہر علاقے میں برابر ترقیاتی کام ہوتے رہیں اور مستحق لوگوں کو ان کے جائز حقوق میسر ہوں۔ معاشی مفادات' ملازمتیں اور شہری سہولتیں بہم پہنچتی رہیں تو تخریب کار گروہ وجود میں نہیں آئیں گے۔

ریاستی دہشت گردی

ریاست کے ارتقاء پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ ادارہ خونیں ہے۔ اس کی

تشکیل، استحکام اور بقاء میں قتل وغارت گری شامل ہے۔ بادشاہت اور ڈکٹیٹر شپ سے لے کر دور حاضر کی جمہوری ریاستوں تک اس تنظیم کی تہ میں خون کا دریا بہ رہا ہے۔ ریاست نے انسانوں پر جتنے مظالم کیے ہیں اتنے شاید افراد اور گروہوں نے نہ کیے ہوں ریاست سے اختلاف بغاوت تصور ہوتا ہے جو واجب القتل قرار پاتا ہے۔ دور حاضر میں ریاست اور حکومت کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور حکومت سے اختلاف کو جمہوری حق قرار دیا گیا ہے لیکن حکومتیں اس اختلاف کو آسانی سے ریاست سے اختلاف کی شکل دے دیتی ہیں اور قید و بند اور قتل و نہب کی سزائیں طے پا جاتی ہیں۔ ریاست کے پاس فوج، پولیس، ملیشیا، خفیہ ایجنسیاں اور بے پناہ مالی وسائل ہوتے ہیں اس لیے ریاست کے لیے بہت آسان ہے کہ وہ اپنے مقاصد حاصل کرلے۔ علاقوں کو زیر تسلط لانا، گروہوں کو شکست دینا، افراد کو گرفتار کرنا، غائب کرنا یا قتل کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ اس لیے ریاست ہمیشہ جارحانہ اور متشددانہ عزائم رکھتی ہے۔ اسی لیے بعض گروہ جب پرامن ذرائع سے ریاست کو قائل نہیں کرسکتے تو پھر مسلح جدوجہد شروع کرتے ہیں جو ریاستی دہشت گردی کے خلاف ایک رد عمل ہوتا ہے۔ دنیا میں مختلف خطوں میں ریاستی دہشت گردی کے خلاف مسلح تحریکیں چل رہی ہیں اور بعض ریاستیں اپنی دہشت گردی کی وجہ سے نمایاں مجرم ہیں۔ ان میں امریکہ، اسرائیل، ہندوستان اور روس نمایاں ہیں۔ بدقسمتی سے ان تمام صورتوں میں مسلمان ہی اس دہشت گردی کا شکار ہیں۔ عراق و افغانستان، فلسطین، کشمیر اور چیچنیا کے مسلمان نمایاں طور پر اور فلپائن کے مسلمان عمومی طور پر ریاستی دہشت گردی کا شکار ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دہشت گرد ریاستوں نے عالمی میڈیا کے زور پر ان مسلمان مزاحمت کنندہ تحریکوں اور لوگوں کو دہشت گرد قرار دے کر قتل وغارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ریاستی دہشت گردی کی بدترین صورتیں کشمیر، فلسطین اور چیچنیا میں ظاہر ہو رہی ہیں لیکن عالمی برادری ان پر خاموش ہے۔ عالم کفر مسلمانوں کے بارے میں متحدہ موقف رکھتا ہے۔ جن کے گھر مسمار ہو رہے ہیں، نوجوان قتل ہو رہے ہیں کھیتیاں جل رہی ہیں، عورتوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور بچے مر رہے ہیں، وہ دہشت گرد قرار دیئے جا چکے ہیں اور جو قتل وغارت میں مصروف

ہیں وہ امن کے پیغامبر ہیں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

بین الاقوامی دہشت گردی

ریاستی دہشت گردی کی ایک اور بدترین صورت عالمی دہشت گردی ہے جب ایک ملک دوسرے ملک پر حملہ آور ہوتا ہے۔ ہوس ملک و زر کے لیے جنگیں لڑنے والے فاتحین نے غارت گری سے دوسرے ملکوں پر قبضہ کیا اور ان کے وسائل کو لوٹا۔ مغرب کی دہشت گردی اپنی روایت رکھتی ہے۔ رومیوں نے جب عیسائیت قبول کی تو غیر عیسائی اقوام کے خلاف ان کا رویہ دہشت گردانہ تھا۔ اس کی کوکھ سے جنم لینے والی یورپی مملکتیں دہشت گردی اور تشدد پسندی کی راہ پر چلتی رہیں۔ مذہب کے نام پر یہ تشدد قرون وسطی میں جاری رہا۔ اس کے بعد یہ دہشت گردی عالم اسلام پر مسلط ہوئی۔ صلیبی جنگیں (۱۰۹۵-۱۲۰۴) مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی اور بربریت کا بدترین نمونہ تھیں۔ اس دوران میں مسلمانوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کیا گیا۔ دور حاضر میں مغرب میں مسلمانوں کے خلاف جو لٹریچر تیار ہوا ہے اور اب جو سیاسی بیانات' ریڈیو اور ٹیلیویژن کے پروگرام اور تبصرے آ رہے ہیں ان کی بنیاد یہی زہریلا لٹریچر اور یہی روایت ہے جو قرون وسطی میں مرتب ہوئی۔ بین الاقوامی دہشت گردی کی قیادت عظیم ترین طاقت کے ہاتھ میں ہے۔ اسرائیل' ہندوستان اور روس اپنے اپنے دائرے میں دہشت گردی کا ارتکاب کر رہے ہیں اور انہیں عالمی برادری کی حمایت حاصل ہے۔ بین الاقوامی دہشت گردی کا شکار عراق اور افغانستان ہوئے ہیں اور مزید ممالک کا نام فہرست میں شامل ہے۔ اس عظیم طاقت نے عالمی دہشت گردی کی اصطلاح مسلمانوں پر چسپاں کر کے ان کے خلاف جارحانہ اقدام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اسرائیل اور ہندوستان نے اس کی پیدا کردہ اس عالمی فضا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فلسطین اور کشمیر میں دہشت گردی و قتل و غارت اور ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہی کچھ روس چیچنیا میں کر رہا ہے۔ عالمی ضمیر نام کی اگر کوئی شے ہو سکتی ہے تو وہ بھی ان مظالم پر

خاموش ہے۔ دنیا اس وقت واضح طور پر کفر و اسلام میں منقسم ہے اور مسلمان ظلم و دہشت گردی کی زد میں ہیں۔

لائحہ عمل

اسلام اگر امن و سلامتی کا دین ہے تو کیا پر امن رہنے کا مطلب ظلم برداشت کرنا اور دہشت گردی کے مقابلے میں جاں سپرد کرنا ہے۔ ہرگز نہیں! اسلام امن و سلامتی کا دین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ظلم نہیں کرنا چاہیے۔ ناحق خون نہیں بہانا چاہیے' بے گناہ انسانوں کی جان و مال کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیے جو ناجائز تشدد کے زمرے میں آتا ہے۔ جہاں تک ظالم کے ہاتھ کو روکنا اور دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کا تعلق ہے تو امن و سلامتی کا یہ دین اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ظالم کا ہاتھ روک دیا جائے اور دہشت گردی کا مقابلہ کیا جائے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔

جہاد فتنہ و فساد کو روکنے اور ظلم کو مٹانے کا نام ہے۔ دہشت گردی فساد انگیزی اور ظالمانہ کارروائی ہے۔ جب کہ جہاد حق کے دفاع اور انصاف کے قیام کا نام ہے۔ دہشت گردی بلا امتیاز قتل و غارت اور بے دریغ تباہی و بربادی ہے اور جہاد جارحیت کا مقابلہ اور برسرپیکار فسادیوں کی مزاحمت ہے۔ امن و سلامتی کا دین عطا کرنے والے رب نے مسلمانوں کو اس امر کی اجازت دی ہے کہ ظالموں' قاتلوں اور فسادیوں کے سامنے کھڑے ہو جائیں، ان کا رب ان کی مدد کرے گا اور انہیں ظالموں پر فتح عطا کرے گا۔ دہشت گردی ایک منفی طرز عمل ہے جب کہ جہاد ایک مثبت اصول حیات ہے۔ جہاد امت مسلمہ کے اجتماعی تشخص کی حفاظت کے لیے فرض کیا گیا ہے اور یہ ہمیشہ فرض رہے گا کبھی منسوخ نہیں ہو گا۔ اسلامی حکومت ہے تو وہ اس کا اہتمام کرے گی' اسلامی حکومت نہیں تو مسلم معاشرے کے اہل تقویٰ و علم اس کا فیصلہ کریں گے، اگر وہ بھی نہیں تو جس معاشرے کو ہلاکت و تباہی کا سامنا ہے وہ انفرادی و اجتماعی طور پر جہاد کی حکمت عملی وضع کر سکتے ہیں اور

ظالموں اور فسادیوں کے سامنے سرنگوں ہونے کی بجائے ان کے مقابلے میں شہادت حاصل کرنا جہاد کی روح کے عین مطابق ہے۔ قرآن نے ایسے حالات میں قتال کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقْتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۖ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (۵۵)

اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ جاری ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔

یہ قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں پہلی آیت ہے اس میں مقابلے کی اجازت دی گئی۔ یہ اجازت ذی الحجہ ۱ ہجری میں دی گئی۔ اس کے بعد جنگ بدر سے کچھ پہلے رجب یا شعبان ۲ ہجری میں مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَأَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَإِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۗ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (۵۶)

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے۔ اس لیے کہ قتل اگرچہ برا ہے، مگر فتنہ

اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ اور مسجد حرام کے قریب جب تک وہ تم
سے نہ لڑیں تم بھی نہ لڑو، مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں، تو تم
بھی بے تکلف انہیں مارو کہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر وہ اگر
باز آ جائیں، تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا
ہے۔

ان آیات میں اسلام کے اولین دشمنوں یعنی مشرکین مکہ کے طرز عمل پر بحث کی گئی ہے۔ جب بھی اور جہاں بھی مسلمانوں کے دشمنوں کے ایسے رویے ہوں گے ان کے خلاف وہی طرز عمل اپنانا ہو گا جس کا حکم دیا گیا ہے۔

جہاد کی اقسام

حضور اکرمؐ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کو دو قسم کی صورتوں کا سامنا ہو گا۔ ایک صورت تو اسلامی ریاست کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی اساس پر قائم ہوئی لہٰذا اسے اللہ کی حاکمیت کے اصول نافذ کرنا ہے اور اسے توسیع دینا ہے۔ غلبہ حق کے لیے اپنے دائرہ اثر کو وسیع کرنا اور طاغوت کی حاکمیت سے انسانوں کو نجات دلانا دعوت اسلامی کا اہم پہلو ہے۔ اس کے لیے کبھی طاقت کے استعمال کا موقع پیدا ہوتا ہے اور اسلامی ریاست کو اس کے لیے اقدام کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح کا اقدام جہاد کہلاتا ہے اور اس کے مقاصد میں کافرانہ نظام کے سیاسی غلبے کو توڑنا ہے۔ کفر چونکہ ظلم و فساد ہے اس لیے محدود کرنا ضروری ہے اور عہد شکنی بھی اسلامی ریاست کے لیے موقع مہیا کرتی ہے کہ وہ جہاد کے لیے اقدام کرے۔ اقدامی جہاد کے لیے ریاست کا ہونا ضروری اور امیر المومنین کی اجازت اور رہنمائی بھی ضروری ہے۔

دوسری صورت مسلم معاشرے کی ہے۔ ریاست کا وجود و عدم وجود برابر ہے۔ مسلم معاشرے کو ظلم اور فساد کا سامنا ہے، اس کے حقوق پامال ہو رہے ہیں، جان و مال اور

عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے، ایسے میں دفاع کا حق حاصل ہے اور یہ دفاعی جہاد ہے اس کے لیے ریاست سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ مسلم معاشرے کے افراد اگر اجتماعی قیادت رکھتے ہیں تو اس سے مشورہ ہو سکتا ہے لیکن ظلم و فساد کی صورت میں جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ قرآن و سنت میں اگرچہ دونوں صورتوں کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں لیکن گہری نظر رکھنے والا انسان ان صورتوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ مسلمان اس وقت جن حالات سے دوچار ہیں وہ دفاعی جہاد کے متقاضی ہیں۔ دشمن مسلمان ملکوں اور شہروں پر حملہ آور اور قابض ہیں۔ مسلمانوں کے بنیادی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ لہٰذا انہیں دفاع کا حق ہے اور ایسے حالات میں جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص یا جماعت اپنے حقوق کے تحفظ کی جدوجہد میں ماری جائے تو وہ شہید ہے، سعد بن زیدؓ کی روایت میں رسول اللہؐ نے فرمایا:

مَنْ قُتِلَ دُون مالِه فَهُو شَهِيْد وَ مَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِه فَهُو شَهَيدٌ وَ مَنْ قُتِلَ دُوَن دَمِهِ فَهُو شَهِيْدٌ و من قُتِلَ دُونَ اَهْلِه فَهُوَ شَهِيْدٌ(۵۷)

جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہے' جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے' جو شخص اپنی ذات کو بچاتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے عیال کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

جب دشمن مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، غزوہ خندق اس کی مثال ہے۔ مشرکین عرب نے مدینہ کی شہری ریاست پر حملہ کر دیا تھا تو حضور اکرمؐ نے دفاعی حکمت عملی کے تحت خندق کھدوائی اور ہر شخص نے اس میں حصہ لیا۔ قرآن نے اس حملے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ

ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (۵۸)

اے ایمان والو اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب فوجیں تم پر حملہ کرنے کو آئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔ جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے وہاں مومنین آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔

ذات، گھربار، ملک وملت کے تحفظ اور ظلم کا بدلہ لینے کے علاوہ مظلوموں کی مدد کے لیے جہاد لازمی ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اعلان کیا:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (۵۹)

کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کے لیے قتال نہ کرو؟ جو پکار رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی اور کارساز مقرر کر دے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا دے۔

مسلمانوں پر کہیں بھی ظلم ہو رہا ہے تو دوسرے مسلمانوں پر حسب استطاعت ان کی مدد لازمی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ دفاعی جہاد کی نوعیت چونکہ اقدامی جہاد سے مختلف ہے اس لیے اس کے لیے ان شرائط کی پابندی ضروری نہیں جو اقدامی جہاد کے لیے مثلاً ریاست کی اجازت، امیر کا اعلان، والدین کی اجازت وغیرہ۔ حملہ کی صورت میں اور

دشمنوں کے اقدام کے پیش نظر ہر صاحب استطاعت پر جہاد فرض ہو جاتا ہے اور اس کے لیے ریاست کی اجازت بھی ضروری نہیں رہتی۔ ریاست اگر اعلان کرے تو بہت اچھا ہے لیکن اگر ریاست نہ ہو تو پھر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہنا تو اسلامی نقطہ نظر سے جائز نہیں۔ حضور اکرمؐ کے عہد کی ایک مثال ثبوت کے لیے کافی ہے۔

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ قریش کا کوئی آدمی اگر اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینہ آئے تو محمد کریمؐ اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ آپ جب مدینہ پہنچے تو ایک مکی مسلمان ابو بصیرؓ جنھیں مکہ میں اذیتیں دی جاتی تھیں کسی طرح بچ بچا کر مدینہ پہنچ گئے۔ قریش مکہ نے دو آدمی بھیجے کہ آنحضورؐ سے کہیں کہ معاہدے کے مطابق ابو بصیرؓ کو واپس بھیجیں۔ آپ نے ابو بصیرؓ کو ان کے سپرد کر دیا یہ دونوں آدمی ابو بصیرؓ کو لے کر چل دیے۔ راستہ میں ابو بصیرؓ نے کسی تدبیر سے اپنے آپ کو آزاد کر کے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا جب کہ دوسرا بھاگ کر مدینہ پہنچ گیا اور آنحضورؐ سے مدد طلب کی۔ اتنے میں ابو بصیرؓ بھی حاضر ہو گئے اور عرض کیا:

> یا رسول الله وفت الله ذِمتک وادّی اللهُ عَنکَ وَ قَدْامتَنعتُ بِنَفسِی مِنَ المُشرِکِیْن ان یَفْتِنُوفی دینی وَ اَنْ یَعْبَثوا بِی۔۔۔۔۔(۶۰)
>
> یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا کر دیا کیونکہ آپ نے مجھے ان کی طرف لوٹا دیا تھا میں نے اپنے آپ کو مشرکوں سے بچایا کہ وہ میرے دین میں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کریں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کے لیے ہلاکت ہو اسے کوئی ساتھی مل گیا تو جنگ کی آگ بھڑکا دے گا۔ یہ سن کر ابو بصیرؓ کو اندازہ ہو گیا کہ حضور اکرمؐ اسے کفار کے حوالے کر دیں گے۔ وہ سیدھے وہاں سے نکلے اور ساحل سمندر پر (مقام عیص) پر پہنچ گئے۔

اس دوران مکہ سے ابو جندلؓ بن سہیل بھی کفار مکہ کی قید سے بھاگ ابو بصیرؓ سے آ

ملے۔ اب قریش میں جو مسلمان ہوتا وہ بھاگ کر ابو بصیرؓ سے جا ملتا حتیٰ کہ ان کی چھوٹی سی جماعت وہاں مجتمع ہو گئی۔ ان لوگوں نے ظلم کا بدلہ لینے کے لیے یہ تدبیر کی کہ انہیں شام آنے جانے والے قریش کے کسی قافلے کا پتہ چلتا تو وہ گھات لگا کر اس پر حملہ آور ہوتے۔ مال ومتاع پر قبضہ کرنے کے ساتھ کافروں کو قتل بھی کرتے۔ بالآخر قریش نے تنگ آکر نبی اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کا واسطہ دے کر پیغام بھیجا کہ آپ انہیں اپنے پاس بلا لیں اور اب جو بھی آپ کے پاس آنا چاہے اسے پر امن طور پر اجازت ہو گی۔ اس طرح صلح حدیبیہ کی وہ شرط ختم ہو گئی۔

اس دوران حضور اکرمؐ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی حالانکہ قریش کے ساتھ معاہدہ تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ ان پر چڑھائی کر کے گرفتار کرتے اور کافروں کے حوالے کرتے۔ آپ نے نہ صرف یہ ایسا اقدام نہیں کیا بلکہ ان کی سرگرمیوں سے صرف نظر کیا۔ اور یہ لوگ ریاست کی اجازت کے بغیر ظالموں کے ظلم کا بدلہ چکانے کے لیے جنگی سرگرمیوں میں مشغول رہے اور مدینہ کی ریاست نے ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔

دفاعی جہاد کے سلسلے میں اعلان جنگ کی بھی ضرورت نہیں اور دشمن کے حملے کی صورت میں معاہدوں کی حیثیت بھی از خود ختم ہو جاتی ہے۔ دشمن کے حملہ آور ہونے اور جنگ چھڑنے کی وجہ سے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اس لیے والدین سے اجازت بھی ضروری نہیں ہوتی کیونکہ والدین پر بھی جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

قال جمهور الفقهاء يحرم الجهاد اذا منع الابوان اواحدهما بشرط ان يكونا مسلمين لان برهما فرض عين عليه والجهاد فرض كفايه فاذا تعين الجهاد فلا اذن(٦١)

جمہور فقہاء کے مطابق جہاد اس وقت حرام ہو جاتا ہے جب والدین یا ان میں سے کوئی ایک جہاد میں شرکت سے منع کر دے بشرطیکہ والدین مسلمان ہوں کیونکہ والدین سے

حسن سلوک فرض عین اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ البتہ جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر والدین کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔

جہاد کا مقصد

جہاد کا مقصد فتنہ و فساد کو ختم کرنا ہے۔ متذکرہ بالا آیت میں اسے واضح کیا گیا ہے۔ قرآن مزید بتاتا ہے کہ اگر مختلف قوموں کو ایک دوسرے کے دفاع کی وجہ سے کنٹرول نہ کیا جاتا تو زمین پر فساد برپا ہو جاتا۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (٦٢)

اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ اہل عالم پر بڑا مہربان ہے۔

جہاد دہشت گردی کے خلاف دفاع کی حکمت عملی ہے۔ یہ دہشت گردی انفرادی طور پر ایک مجرم یا فسادیوں کے گروہ کی طرف سے ہو یا کسی ریاست کی طرف سے اس کا سدباب صرف جہاد سے ہی ہو سکتا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ فسادیوں کو سزا دے ہمارے فقہاء نے محاربہ پر مفصل بحثیں کی ہیں ہم صرف قرآنی حکم پر اکتفا کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (٦٣)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف

کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

حضور اکرمؐ سے مقاصد جہاد کے سلسلے میں بہترین توضیحات مروی ہیں۔ ان ارشادات میں سے صرف دو یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

عن ابی موسی الاشعری قال: جاءَ رَجُلٌ الی النبی ؐ فقال: الرَّجُلُ یُقَاتِلُ لمَغْنَم والرَّجُل یُقَاتِلُ لِلّذکرِ، والرَّجُلُ یقاتل لیری مکانه فمن فی سبیل الله؟ قال: فمن قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهو فی سبیل الله۔ (٦٤)

ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ کوئی شخص مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرتا ہے، کوئی شہرت و ناموری کے لیے اور کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لیے جنگ کرتا ہے، فرمایئے ان میں سے کسی کی جنگ راہ الٰہی میں ہے؟ حضور اکرمؐ نے جواب دیا کہ راہ الٰہی کی جنگ تو صرف اسی شخص کی ہے جو محض کلمۃ اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے لڑے۔

عَنْ معاذ بن جَبَلؓ قال: قال رَسُول الله ﷺ: الغَزْوُ غَزْوَان فَاَمَّا مَنَ ابتغیٰ وَجهَ اللّٰهِ و اَطَاعَ الاَمَامَ وَ اَنْفَقَ الکَرِیمَة واجْتَنَبَ الفَسَادَ فاِنَّ نَوْمَه و نَبْهَه اَجْرٌ کُلُّه وَاَمَّا مَنْ غَزَا رِیَاءً وَ سُمْعَة وَ عصَی الاَمِامَ و اَفْسَدَ فِی الاَرْضِ فَاِنَّه لَم یَرْجِعْ بالکِفاف (٦٥)

معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: لڑائیاں دو قسم کی ہیں: جس شخص نے خالص اللہ کی رضا کے لیے لڑائی کی اور اس میں امام کی اطاعت کی، اپنا بہترین مال خرچ کیا اور فساد سے پرہیز کیا تو اس کا سونا جاگنا سب اجر کا مستحق ہے۔ اور جس نے دنیا کے دکھاوے اور شہرت

ونا موری کے لیے جنگ کی اور اس میں امام کی نافرمانی کی اور زمین میں
فساد پھیلایا تو وہ برابر بھی نہ چھٹے گا یعنی الٹا عذاب ہو گا۔

قتال کے سلسلے میں حضور اکرمؐ کی جو ہدایات ہیں وہ انسانی تاریخ میں منفرد اہمیت کی حامل ہیں۔ جہاد کے ادارہ کے خلاف جو مہم چلائی جارہی ہے اور اسے جس طرح دہشت گردی کے مترادف قرار دیا جارہا ہے وہ سراسر بدنیتی اور تعصب پر مبنی ہے۔ دشمنوں نے مجاہدین کے لیے جہادی کا تحقیری لفظ استعمال کیا اور ہمارے دانشور بھی دشمنوں کی اطاعت میں جہاد کی بجائے جہادی کلچر اور مجاہد کی بجائے جہادی کی اصطلاحیں استعمال کر رہے ہیں۔ آپ نے جو ہدایات دی ہیں ان میں سے چند ایک کو یہاں بیان کیا جاتا ہے تاکہ جہاد کا تصور واضح ہو۔

غیر اہل قتال کو نقصان پہنچانے کی ممانعت

حضور اکرمؐ نے اہل قتال اور غیر قتال کا فرق واضح کرتے ہوئے حکم دیا کہ غیر اہل قتال (Non combatant) کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ عورتیں' بچے' بوڑھے' بیمار' گوشہ نشین زاہد، معبدوں اور مندروں کے مجاور اور پجاری وغیرہ کو قتل نہ کیا جائے۔ آپ کا ارشاد کتب حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا:

انطلقوا باسم الله و بالله و على ملة رسول الله ولا تقتلوا
شيخاً فانيا ولا طفلاً صغيراً ولا امراة ولا تغلوا وضموا
غنائمكم واصلحوا واحسنوا ان الله يحب المحسنين(٦٦)

اللہ کے نام پر اور اللہ کی توفیق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر چلو' اور کسی بوڑھے کو قتل نہ کرو نہ چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو' اموال غنیمت میں چوری نہ کرو جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے سب ایک جگہ جمع کرو' نیکی واحسان کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح آپ سے منقول ہے:

نهى رسول الله ﷺ عن قتل النساء والصبيان (۲۷)

رسول اللہؐ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع کیا۔

اس وقت فلسطین، عراق، کشمیر اور چیچنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے اس فرمان رسول کی روشنی میں دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ دہشت گردی کیا ہے؟ اور دہشت گرد کون ہے؟ کس کا خون بہ رہا ہے؟ کس کی بستیاں تباہ ہو رہی ہیں؟ اور کس کے جوان مر رہے ہیں؟ اور کس کی عورتیں تشدد کا نشانہ بن رہی ہیں؟

اہل قتال کے حقوق

اسلام نے تو ان لوگوں کا بھی خیال رکھا جو اہل قتال ہیں (Combatant) مثلاً آپ نے آگ میں جلانے کی ممانعت کی، باندھ کر مارنے سے منع کیا، لوٹ مار سے روکا، تباہ کاری سے منع کیا، قیدی کو قتل کرنے اور لاش کو بگاڑنے کو ممنوع قرار دیا، سفیر کو قتل کرنے سے منع کیا اور بدعہدی کی ممانعت کی اور وحشیانہ اعمال کے ارتکاب سے روکا۔ دہشت گرد تو اس طرح کے امتیازات اور اس طرح کی اخلاقی رعایتوں کے قائل نہیں ہوتے۔ مجاہدین اسلام نے ہمیشہ اپنے ہادی کے دیئے ہوئے اصولوں کا لحاظ کیا۔

آگ میں جلانے کی ممانعت

اسلام سے پہلے لوگ شدت انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وحشیانہ حرکت کو ممنوع قرار دیا۔ آپ سے منقول ہے!

لَا يَنْبَغِي اَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ (۲۸)

آگ کا عذاب دینا آگ پیدا کرنے والے کے سوا کسی کے لیے سزاوار نہیں۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ہم لوگوں کو لڑائی پر جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر فلاں دو آدمی ملیں تو ان کو جلا دینا۔ جب ہم جانے لگے تو بلایا اور فرمایا:

اِنِّی اَمَرْتُکُم اَنْ تحرقوا فُلاَنًا و فُلاَنًا و اِنَّ النَّارَ لاَ یُعَذِّبُ بِھَا اِلاَّ اللّٰہ فاِنْ وَجَدْ تُمُوھُما فَاَقْتُلوھُما(۶۹)

میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو جلا دینا مگر آگ کا عذاب اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا اس لیے اگر تم انہیں پاؤ تو بس قتل کر دینا۔

اب اس کا مقابلہ کریں دور حاضر کے اسلحہ سے جس سے آتش و آہن کی بارش ہوتی ہے کہ ظالمانہ رویہ کس کا ہے؟ اور کس پر دہشت گردی کا عنوان درست بیٹھتا ہے؟ اجتماعی تباہی کی کارروائیاں دور حاضر کی حربی حکمت عملی ہے جس کا اخلاق' دیانت اور شرافت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک طرح کی درندگی ہے جو کمزوروں اور نہتوں کو شکار کرتی ہے۔

باندھ کر مارنے سے منع فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو باندھ کر قتل کرنے اور تکلیفیں دے کر مارنے سے منع فرمایا ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہ یَنْھَیٰ عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْکَانَتِ الدَّجَاجَۃُ مَاصَبَرْتھا(۷۰)

میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپ نے باندھ کر مارنے (قتل صبر) سے منع فرمایا۔ خدا کی قسم اگر مرغی بھی ہوتی تو میں اس کو باندھ کر نہ مارتا۔

لوٹ مار اور مثلہ کی ممانعت

عبداللہ بن یزید الانصاریؓ نے لوٹے ہوئے مال کو حرام قرار دیتے ہوئے کہا:

نَھَی النبیؐ عَنِ النُھْبَۃِ والمُثْلَۃِ۔(۷۱)

رسول اللہؐ نے لوٹ کھسوٹ اور مثلہ سے منع فرمایا۔

لوٹ کھسوٹ کا مال مردار سے بہتر نہیں

ایک سفر جہاد میں آپ نے لوٹ مار کے جانوروں کا گوشت کھانے سے روک دیا۔ بلکہ آپ نے وہ دیگچیاں الٹ دیں جن میں گوشت پک رہا تھا اور پھر فرمایا:

اِنَّ النُّھْبَۃَ لَیْسَتْ بِاَحَلِّ مِنَ المَیْتَۃِ۔(۷۲)

آپ فوجوں کو بھیجتے وقت جو ہدایات دیتے تھے ان میں تاکید فرماتے!

لاتَعدُوْ ولاَ تَغُلُّوا ولا تمثلوا(۷۳)

بد عہدی نہ کرنا' غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا۔

قتل اسیر کی ممانعت

دورِ جاہلیت میں اسیروں کو قتل کرنا انتقامی کاروائی کا حصہ تھا۔ رسول اللہؐ نے قتل اسیر سے منع فرمایا۔ فتح مکہ کے موقع پر جب آپ شہر میں داخل ہونے لگے تو فوج میں اعلان کرا دیا:

لاتَجْھَزَنَّ عَلَی جَرِیْحٍ وَلاَ یَتَّبِعَنَّ مُدَبِرٌ' ولاَ یَقْتُلَنَّ اَسِیْرٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَہ فَھُوَ آمِن(۷۴)

کسی مجروح پر حملہ نہ کیا جائے' کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امان میں ہے۔

حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ قیدی کو قتل کریں۔(۷۵)

تو انھوں نے فرمایا: وَمَا اَمَرَنَا بِهَا يَقُول الله : حَتّٰی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً(۷۶)

اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بات کی اجازت نہیں دی۔ البتہ یہ حکم دیا ہے کہ جو قیدی گرفتار ہو کر آئیں ان سے یا تو احسان کا برتاو کرو یا فدیہ لے کر رہا کر دو۔

بدعہدی کی ممانعت

بدعہدی ایک ایسی برائی ہے جو مخالف گروہوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ اسلام نے اسے بدترین گناہ قرار دیا۔ جنگ کی حالت میں بدعہدی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

عَنْ عَبدِ اللہ بن عَمْرو رضی اللہ عنہ قالَ: قالَ رَسُول الله ﷺ : مَنْ قَتَلَ مُعَاہِداً لَم يَرَحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ وَ اِنَّ رِيْحَها لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَاماً(۷۷)

جو کوئی معاہد کو قتل کرے گا اسے جنت کی خوشبو نصیب نہ ہو گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے بھی محسوس ہوگی۔

ایک اور حدیث میں آپ سے منقول ہے:

لِكُلِّ غَادِرٍ لِواءٌ يَومَ القِيامَةِ يُرْفَعُ لَه بِقَدرِ غَدْرِهِ الاَّ وَلاَ غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْراً مِنْ اَمِيرِ عَامَةٍ۔(۷۸)

ہر غدار عہد شکن کی بے ایمانی کا اعلان کرنے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا جو اس کے غدر کے ہم قدر ہو گا اور یاد رکھو کہ جو سردار قوم غدر کرے اس سے بڑا کوئی غدار نہیں۔

خارجہ تعلقات میں ایفائے عہد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ غالب قومیں ہمیشہ

بدعہدی کرتی ہیں اور اس کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیتی ہیں لیکن مسلمانوں کو اس امر کا شدت سے پابند بنایا گیا کہ وہ بدعہدی سے پرہیز کریں۔ عمرو بن عتبہؓ نے امیر معاویہؓ کو حالت صلح میں اور جنگ کی تیاری میں بھی عہد کی پابندی کا احساس دلاتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کا قول روایت کیا:

مَنْ كَانَ بَيْنَه وَ بَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فلا يَحُلَّن عهداً ولا يَشُدَّنه حَتّٰى يَمْضِى اَمَدہ او يُنْبِذ اِلَيْهِم عَلىٰ سَواء(۷۹)

نظم و ضبط

دورِ حاضر کی فوجوں کا نظم و ضبط شاندار ہے۔ مغرب نے بالخصوص اس نظم و ضبط میں کافی پیش رفت کی ہے لیکن جنگ کے دنوں میں دشمن کے عام لوگوں کو تنگ کرنے کے سلسلے میں کوئی اصول و ضوابط موجود نہیں ہیں۔ حضور اکرمؐ نے آج سے چودہ سو برس پہلے نظم و ضبط اور عام انسانوں سے عدم تعرض کے بارے میں واضح ہدایات دی تھیں۔ اسلام سے پہلے کی تمام جنگیں خواہ عربوں کی ہوں یا عجمیوں کی' لوٹ مار اور وحشت و ظلم کی آئینہ دار تھیں۔ آپ نے مجاہدین کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلاً وَ قَطَعَ طَرِيْقاً فلا جِهَادَلَه(۸۰)

جو کوئی منزل کو تنگ کرے گا یا راہ گیروں کو لوٹے گا اس کا جہاد نہیں ہو گا۔

اسی طرح آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

اَنَّ تَفَرُّقكم فِي هَذِهِ الشِعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذَلِكُمْ الشَّيطَان(۸۱)

تمہارا اس طرح وادیوں اور گھاٹیوں میں منتشر ہو جانا ہی شیطانی فعل ہے۔

شائستگی و شرافت

آپ نے فوجوں کے نظم و ضبط کے ساتھ انہیں شائستہ رہنے کی ہدایت کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ آپ کا طریق کار تھا کہ جب قائد عسکر کو جنگ پر بھیجتے تو اسے اور اس کی فوج کو پہلے تقویٰ اور خوف کی نصیحت کرتے اور پھر فرماتے:

اُغْزُوا بِبِسمِ اللّٰهِ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه قَاتِلُوا مَنْ كَفَر بِاللّٰهِ اغْزُوا وَلاَ تَغْدِرُوا وَلاَ تَغُلُّو ولا تُمَثِّلُوا وَلاَ تَقْتُلُوا وَلِيداً(۸۲)

جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی راہ میں لڑیں ان لوگوں سے جو اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ مگر جنگ میں کسی سے بد عہدی نہ کریں، غنیمت میں خیانت نہ کریں مثلہ نہ کریں اور کسی بچے کو قتل نہ کریں۔

حضور اکرمؐ کے جانشین نے جب فوجیں شام کی طرف روانہ کیں تو ان کو ہدایات دیں وہ دس ہدایات اسلامی تعلیمات جنگ کا ملخص ہیں۔ وہ ہدایات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کیے جائیں۔

۲۔ مثلہ نہ کیا جائے۔

۳۔ راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کے معابد مسمار کیے جائیں۔

۴۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔

۵۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

۶۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

۷۔ جو لوگ اطاعت کریں ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا ہے۔

۹۔ اموال غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

۱۰۔ جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔

امور جنگ کی ان اصلاحات کے ساتھ آپ نے مثبت اصول بھی دیئے مثلاً۔ ایفائے عہد، غیر جانبداروں کے حقوق کا یقین و تحفظ، اختتام جنگ پر اسیران جنگ سے

حسن سلوک' غنیمت کے تقسیم کی منصفانہ عملی صورت' صلح وامان کی شرائط' مفتوحین کے ساتھ اچھا برتاؤ' معاہدین و غیر معاہدین کے متعلق تفصیلی احکام ذمیوں کے حقوق وغیرہ۔ان تمام امور کے بارے میں قرآن وسنت کی واضح تعلیمات موجود ہیں۔(۸۳)

اسلام نے جنگ کو ان تمام وحشیانہ افعال سے پاک کر دیا جو اس عہد میں جنگ کا ایک غیر منفک جزو تھے اور مثبت اصولوں کے ذریعہ اسے دنیا کی تمام جنگوں سے منفرد وممتاز کر دیا۔ جہاد اپنے مقصد اور حصول مقصود کے طریق کار کے لحاظ سے پاکیزہ ہے۔ دنیا کا کوئی سیاسی نظام جنگی معاملات میں اتنی باریکیاں اور اپنی فوج پر اتنا نظم وضبط نہیں برقرار رکھ سکا۔

اس حکمت عملی کے مقابلے میں دور حاضر کی جنگوں کو دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ جہاد کتنا پاکیزہ طرز عمل ہے۔ اجتماعی تباہ کاری' انسانیت کشی اور جلاؤ گھیراؤ کا ظالمانہ طریقہ دور حاضر کا مسلمہ اصول ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے جنگ بھی امن وسلامتی کا ذریعہ اور استحکام معاشرت کا وسیلہ ہے۔ اس سے بڑی اور کوئی ستم ظریفی نہیں ہو سکتی کہ جہاد کو دہشت گردی قرار دیا جائے اور اسلام کو ایک انتہا پسندانہ نظریہ قرار دیا جائے۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور جہاد ایک تعمیری اور مثبت حکمت عملی ہے جس کا مقصد فساد اور دہشت گردی کو ختم کرنا ہے۔ دنیا کے دہشت گرد اسلام کو اور اس کے ادارہ جہاد کو ہدف تنقید بنا رہے ہیں کہ اسلام اپنے روحانی نظام اور ربانی ہدایت کے امین ہونے کی وجہ سے کفر کے غلبے کی راہ میں رکاوٹ ہے اور جہاد اس لیے کہ یہ مسلمانوں کو اپنی جان ومال' عزت وآبرو اور گھربار اور وطن ومملکت کے دفاع کا حکم دیتا ہے۔ کفر یہ چاہتا ہے کہ مسلم نہتے' بے بس اور بے ہمت ہو کر ہزیمت خوردہ رہیں۔ انہیں جب چاہیں شکار کر لیا جائے۔

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے' جارحیت اور دہشت گردی کے خلاف ہے لیکن اپنے ماننے والوں کو عزت ووقار کی زندگی کے لیے دفاع کا حکم دیتا ہے اور اس کے لیے مکمل تیاری پر آمادہ کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ

بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ (۸۴)

اور جہاں تک ہو سکے اپنی قوت اور گھوڑوں کو تیار رکھنے سے ان کے لیے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی۔

دورِ حاضر میں مسلمانوں کی بے بسی کی وجہ ان کی قیادتوں کا دفاعی تیاریوں سے غافل ہونا ہے۔ مسلمان قیادتوں نے عالمِ کفر کے عزائم کا صحیح ادراک نہیں کیا۔ وہ اپنے معاشروں کو فتح کرنے اور مغلوب بنانے میں مصروف ہیں اور اس "کارِ خیر" میں وہ عالمِ کفر سے معاونت حاصل کرتے ہیں اور اس کے صلے میں وہ کافرانہ غلبے اور تسلط میں ان سے سازگاری پیدا کرتے ہیں۔ متشدد کفر (Militant Kufr) عالمِ اسلام کی سیاسی و عسکری قوت کو توڑ کر اسے مغلوب کر کے اس کے وسائل پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے اور مسلم معاشروں کی اسلامی شناخت کر کے ان پر لادین تہذیب مسلط کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں کسی دلیل، کسی مکالمے اور کسی افہام و تفہیم کو قبول کرنے کو تیار نہیں وہ صرف اطاعت (Simple Surrander) چاہتا ہے۔

والی اللہ المشتکیٰ

حواشی

۱۔ مفردات القرآن، مادہ س ل م
۲۔ الانفال/۶۱
۳۔ محمد/۳۵
۴۔ النساء/۹۰
۵۔ النساء/۹۱
۶۔ الانعام/۱۲۷
۷۔ یونس/۲۵
۸۔ البقرہ/۱۲۵
۹۔ العنکبوت/۶۷
۱۰۔ النور/۵۵
۱۱۔ المزمل/۱۶
۱۲۔ البقرہ/۹۳
۱۳۔ الاحزاب/۳۶
۱۴۔ الروم/۴۱
۱۵۔ البقرہ/۲۰۴۔۲۰۵
۱۶۔ المائدہ/۳۲
۱۷۔ المائدہ/۳۳
۱۸۔ کتاب الایمان/۴۴
۱۹۔ فتح القدیر، ۲/۲۰۳
۲۰۔ النحل/۱۲۵
۲۱۔ الکافرون/۶
۲۲۔ العنکبوت/۶۹
۲۳۔ الحج/۷۸
۲۴۔ الفرقان/۵۲
۲۵۔ البقرہ/۱۹۰
۲۶۔ الحج/۳۹۔۴۰
۲۷۔ الانفال/۶۱
۲۸۔ الممتحنہ/۸
۲۹۔ ترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ الفاتحہ/۶۶۵، مسند احمد ۱/۲
۳۰۔ بخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی/۲۸۰
۳۱۔ ترمذی، الایمان، باب ماجاء من سلم المسلمون/۵۹۷، نسائی کتاب الایمان، باب صفۃ المومن/۶۸۶
۳۲۔ ابن ماجہ، کتاب الایمان، باب حرمۃ دم المومن/۵۶۵
۳۳۔ بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون/۵
۳۴۔ ابن سعد، ۳، قسم اول/۱۲۹، البدایہ والنھایہ، ۵/۲۴۸
۳۵۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی وابی بکر/۲۲۳
۳۶۔ تمدن عرب (اردو ترجمہ) بلگرامی/۱۳۱

۳۷۔ ایضاً
۳۸۔ ایضاً/ ۱۳۲
۳۹۔ المائدہ ۵/ ۶۴
۴۰۔ Concise oxford dictionary
۴۱۔ websters new revised university dictionary /458
۴۲۔ تدبر قرآن، ۲/ ۲۰۶
۴۳۔ النساء/ ۱۷۱
۴۴۔ الاعراف/ ۱۵۷
۴۵۔ الانعام/ ۱۵۸
۴۶۔ البقرہ/ ۱۹۰
۴۷۔ الروم/ ۴۱
۴۸۔ Webster's New World college dictionary (Third Edition)/ 1382
۴۹۔ Ibid
۵۰۔ Ibid
۵۱۔ The world book encyclopedia, 19/ 178 (Field entrprise) Education corporation chicago 1998
۵۲۔ Grolier's Encyclopedia/ gloler publishing inc, 1992
۵۳۔ Oxford Encyclopedia of the modren Islamic World, 4/205 New york oxford University press 1995
۵۴۔ Clashe of civilization/
۵۵۔ Oxford Concise Dictionary of politics/ 492, Oxford University press 1994
۵۶۔ بحوالہ، ارشاد احمد حقانی، کیا نوم چومسکی انسان سے مایوس ہو رہے ہیں، روزنامہ جنگ لاہور ۸ نومبر ۲۰۰۱ء
۵۷۔ الحج ۳۹
۵۸۔ البقرہ ۱۹۰۔ ۱۹۳
۵۹۔ ترمذی، کتاب الدیات، باب فی من قتل دون مالہ فھو شھید/ ۳۴۳، حدیث: ۱۴۱۸ ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی قتال اللصوص/ ۶۷۵، حدیث: ۴۷۷۱/ ابن ماجہ
۶۰۔ الاحزاب/ ۹۔ ۱۱
۶۱۔ النساء/ ۷۵
۶۲۔ فتح الباری ۷/ ۴۳۹، زاد المعاد، ۲/ ۱۲۲
۶۳۔ ایضاً، ۶/ ۱۴۰۔ ۱۴۱
۶۴۔ البقرہ ۲۵۱

۶۵۔ المائدہ/۳۳

۶۶۔ مسلم کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، ۶/۴۶

۶۷۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب من یغزو ویلتمس الدنیا، ۳/۳۰

۶۸۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی دعاء المشرکین / ۳۷۸، حدیث:۲۶۱۴

۶۹۔ بخاری، کتاب الجہاد باب فی قتل النساء ۲۱/۱۳۱

۷۰۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی کراھیۃ حرق العدو بالنار، ۳/۱۲۶

۷۱۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب لا یعذب بعذاب اللہ ۲۱/۴۴

۷۲۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل الاسیر، ۳/۱۳۷

۷۳۔ مسند احمد، ۴/۳۰۷

۷۴۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی النھی عن النھبہ ۳/۱۰۱

۷۵۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی وصیۃ النبیؐ فی القتال، ۴/۱۶۴

۷۶۔ فتوح البلدان/۴۷

۷۷۔ کتاب الخراج/۱۲۱

۷۸۔ محمد/۴

۷۹۔ ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب من قتل معاھداً، ۲/۸۹۶

۸۰۔ مسلم کتاب الجہاد، باب تحریم الغدر، ۵/۱۴۳

۸۱۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب مایومر من انضمام العسکر، ۳/۹۵

۸۲۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی الغدر ۴/۱۴۳، ابوداؤد کتاب الجہاد، باب فی الامام ۳/۱۹۰۔۱۹۱

۸۳۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب مایومر من انضمام العسکر/۳۷۹

۸۴۔ ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب وصیۃ الامام، ۲/۹۵۳

۸۵۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے امام ابویوسفؒ کی کتاب الخراج اور سید مودودیؒ کی الجہاد فی الاسلام/۱۹۶۔۲۵۰

۸۶۔ الانفال/۶۰